آن لائن ماہنامہ

نفحاتِ حرم

شمارہ دسمبر ۲۰۲۰

حضرت عمر: فاروق بھی مرادِ رسول بھی
(مولانا غلام مصطفی نعیمی)

اختلافِ شریعت سے اتحادِ امت تک
(مولانا ابو محمد عارفین القادری)

حق الیقین ترجمہ النور المبین
(مولانا عبد الحسیب اختر القادری)

سلطان التارکین خواجہ حمید الدین ناگوری
(مولانا نازش المدنی مرادآبادی)

شریعت سے نفرت (پروفیسر اسمٰعیل بدایونی)

بڑھتا الحاد اور ہماری ذمہ داری
(محمد شاہد علی مصباحی)

خطیب، واعظ، قُصاص اور موضوع روایات
(مولانا ابوالحسن محمد شعیب خان)

جاری کردہ
نفحاتِ حرم ای بک پبلشرز

شرفِ انتساب

امامِ اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت

امام الارض ابراہیم بن ادہم

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان

رحمة الله تعالى عليهم أجمعين

مدیرِ اعلیٰ

مولانا ابو محمد عارفین القادری

سن وماہِ اجرائے اشاعت

ستمبر ۲۰۲۰ء مطابق محرالحرام ۱۴۴۲ھ

تحریر بھیجنے اور پی ڈی ایف شمارہ اور یونیکوڈ تحریر حاصل کرنے کے ذرائع

ای میل: arfeenjaipuri@gmail.com

واٹس اپ + ٹیلی گرام: +923333403632

فیس بوک: https://www.facebook.com/Nafhateharam

(اسلامی بہنیں ای میل اور فیس بک لنک پر میسج کر کے ایڈمن اسلامی بہن کا نمبر لے سکتی ہیں، جہاں پر تحریر بھیجی اور لی جاسکتی ہے)

جاری کردہ: نفحاتِ حرم ای بک پبلشرز

فہرست مشمولات

(نوٹ: ادارے کا مضمون نگار کی آرا و تحقیق سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے)

صدائے نفحاتِ حرم

تحریر ظاہری طور پر ورق، الفاظ اور سیاہی کا مجموعہ ہوتی ہے جو اپنی شکل و بناوٹ کے اعتبار سے کمزور شے ہے مگر اس کی معنوی قوت کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ یہ قوموں میں انقلاب برپا کر دیتی ہے، اُن کے عروج وزوال کا سبب بن جاتی ہے، قوموں کی سوچ و فکر کا زاویہ تبدیل کر دیتی ہے اس لئے اس کی بہت اہمیت ہے۔

پچھلے اَدوار میں تحاریر اخبارات، رسائل و کتب کی صورت میں شائع ہوتیں جسے با قاعدہ ہاتھ میں لیکر مطالعہ کیا جاتا اور یقیناً مطالعہ کا حقیقی لطف کتاب کو ہاتھ میں تھام کر ہی ملتا ہے مگر ہمارا زمانہ انٹر نیٹ کے عروج کا ہے جس میں تحاریر کو پڑھنے اور بھیجنے کے لئے ویب سائیٹس، پی ڈی ایف، ایپلیکیشنز جیسے برقی ذرائع استعمال ہوتے ہیں اور متعدد وجوہات ایسی ہیں جو ہمیں ان ذرائع سے جوڑے رکھتی ہیں جسے ہم چاہ کر بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ فی زمانہ نوجوان نسل میں ابتداءً انٹر نیٹ کے ذریعے سے ہی فکری تبدیلی پیدا کی جاتی ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ آج کے زمانے میں جنگ ہتھیاروں سے نہیں بلکہ سوچ و فکر پر قبضہ کر کے جیتی جاتی ہے اور ہر باطل مذہب اس جنگ میں مصروف ہے جس کے لئے انٹر نیٹ ایک اہم ذریعہ ہے تو ہم کیونکر اس پلیٹ فارم کو نظر انداز کر سکتے ہیں، لہٰذا اُن کی فکری اصلاح کے لئے ضروری ہے اصحابِ حق و اربابِ قلم جو اچھا لکھتے ہیں اور مزید لکھ سکتے ہیں ان کے کام کو آگے لایا جائے تاکہ فیضِ حق کی کرنوں سے باطل کی اندھیریاں ختم ہوں۔

ہم نے نفحاتِ حرم کے نام سے ایک پلیٹ فورم ترتیب دیا ہے جس کا مقصد مستند، محقق اور محوّلہ علمی مواد انٹر نیٹ پر پھیلانا ہے جس کے فوائد کثیر ہیں، نفحاتِ حرم کے نام سے ہر ماہ ایک برقی رسالہ نکالا جائے گا جس میں اربابِ قلم کی تحریروں کو شائع کیا جائے گا، نہ صرف اس برقی رسالے میں بلکہ انٹر نیٹ کے مشہور فورمز پر اُنہیں کے نام سے شائع کیا جائے گا تاکہ اہلِ حق کی تحاریر زیادہ سے زیادہ عام ہوں۔

ہم اربابِ علم و قلم سے درخواست کرتے ہیں کہ اپنی تحاریر درج ذیل شرائط کے ساتھ ہمیں ارسال کریں۔

نمبر	شرائط
1	مُحرر سنی صحیح العقیدہ ہو۔(1)
2	تحریر امیج کی صورت میں نہ ہو بلکہ ٹیکسٹ کی صورت میں ہو۔
3	موضوع کی کوئی قید نہیں ہے۔ دینی دنیاوی کسی بھی موضوع پر تحریر بھیجی جاسکتی ہے۔(2)
4	زبان کی کوئی قید نہیں ہے۔ عربی، اردو، فارسی، انگریزی کسی بھی زبان میں تحریر بھیجی جاسکتی ہے۔
5	تحریر کا معیاری ہونا ضروری ہے اور اس کی شمولیت کا فیصلہ نفحاتِ حرم بورڈ کرے گا۔(معیاری سے مراد مواد اچھا اور بامقصد ہو، محض الفاظ کا ہیر پھیر، مترادف جملوں، پیرایوں اور دلیلوں کی تکرار نہ ہو)
6	حوالے جات مکمل ہونا ضروری ہے، کتاب کا محض نام لکھ دینا کافی نہیں ہے۔ مثلا شرح صحیح مسلم للنووی، جلد ۱۰، صفحہ ۳۲۱، کتاب السیر، دارالفکر، بیروت۔

الحمد للہ! نفحاتِ حرم نے اسلامی بہنوں کے لئے بھی یہ موقع فراہم کیا ہے کہ وہ اپنی تحاریر بھیج سکتی ہیں بلکہ ہم انہیں ترغیب دلائیں گے کہ وہ اپنی صلاحیتوں سے عمدہ تحاریر لکھنے کی کوشش کریں اور امتِ مسلمہ کی فکری اصلاح کو مستحکم بنائے رکھنے میں اپنا کردار ادا کریں۔

---

(1) محررین کیلئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کی بیان کردہ عقائد و نظریات کی تشریحات سے متفق ہونا ضروری ہے۔

(2) تحریر بھیجنے کے ذرائع پچھلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ: فاروق بھی مرادِ رسول بھی

(مولانا غلام مصطفی نعیمی)

عُکاظ کا اکھاڑا عرب کا مشہور ترین اکھاڑا تھا۔ یہ جبل رحمت کے پاس ایک جگہ کا نام تھا۔ جہاں سالانہ میلا لگا کرتا تھا۔ عرب کے جانے مانے پہلوان اس دنگل میں پہنچتے اور اپنی پہلوانی کے جوہر دکھاتے۔ یوں تو عرب معاشرے میں لاکھ برائیاں تھیں مگر تمام تر برائیوں کے باوجود وہ لوگ اپنی صحت وتندرستی سے لاپرواہ نہیں تھے۔ عُکاظ کا دنگل بہادرانِ عرب کا بڑا پلیٹ فارم مانا جاتا تھا۔ جو جوان یہاں اپنی قوت اور پہلوانی کا دم خم دکھاتا پورے عرب میں اس کی دھاک بیٹھ جاتی تھی۔ ایک بار اس اکھاڑے میں نُفَیل بن عبد العُزی بن رباح کے پوتے عمر نے تال ٹھونک کر اپنی طاقت وقوت سے بہادران عرب کو مبہوت کر دیا۔ اس کے بعد سارے عرب میں اس جوان کی طاقت وجواں مردی کا سکہ بیٹھ گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہی اس کی بہادری اور دبدبے کی شہرت ہر گھر میں پہنچ گئی۔

آپ جانتے ہیں یہ مشہور پہلوان اور جواں مرد بہادر کون تھا؟

یہ قوی ہیکل جوان مرادِ رسول، خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

آپ کی ولادت عام الفیل کے لگ بھگ 13 سال بعد 583 عیسوی میں ہوئی۔ (تاریخ الخلفا، صفحہ ۱۰۸)

آپ کے والد خَطاب بن نُفَیل تھے۔ آٹھویں پشت میں آپ کا سلسلۂ نسب حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے مل جاتا ہے۔ نو عمری کے زمانے میں آپ نے اونٹ چَرانے کا کام انجام دیا۔ اوائلِ شباب میں اپنی پہلوانی کے دم پر شہرت پائی۔ لیکن ان سب کے باوجود آپ مکہ کے ان مخصوص افراد میں شامل تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اس وقت عرب کے جاہلی معاشرے میں تعلیم کا تصور بھی نہ تھا۔ ان لوگوں کی یادداشتیں اس قدر اچھی تھیں کہ جو بات ایک بار سن لیتے وہ سدا کے لیے محفوظ ہو جاتی۔ بڑی بڑی تجارتوں اور لاکھوں کے حساب اپنی انگلیوں پر جوڑ لیا

کرتے تھے۔ اپنی یادداشت اور اعلیٰ ذہانت پر اس قدر ناز تھا کہ لکھنے پڑھنے والوں کو وہ خود سے کمزور مانتے تھے، کہ جو بات یا حساب وہ چٹکیوں میں کر دیتے ہیں اسے دیگر لوگ کاغذ قلم کے بغیر یاد نہیں رکھ پاتے۔

حضور سید عالم ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد پورے مکہ میں مخالفت کا طوفان برپا تھا۔ اسلام کی مقبولیت دن بدن بڑھ رہی تھی۔ آپ کی بہن فاطمہ بنت خطاب اور بہنوئی سعید بن زید بھی اسلام کے دامنِ رحمت میں پناہ لے چکے تھے۔ حضرت عمر اسلام کے سخت ترین دشمن بنے ہوئے تھے۔ مگر آپ کی شجاعت و بہادری اور معاملہ فہمی کی بنا پر حضور یوں دعا فرماتے تھے:

اللَّهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ "اے اللہ! عمر کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔" (رواہ الحاکم فی المستدرک، جلد ۳، صفحہ ۸۳)

حضرت عمر نے جوش عداوت میں ایک دن حضور ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا اور تلوار لگا کر آپ کی تلاش میں نکل پڑے۔ راستے میں نعیم بن عبد للہ نے آپ کو غضب ناک دیکھا تو پوچھا خیر تو ہے، کہاں کا ارادہ ہے؟

کہنے لگے داعیٔ نبوت کا کام تمام کرنا ہے۔ انہوں نے کہا پہلے اپنے گھر کی خبر لو پھر محمد عربی ﷺ کی جانب رخ کرنا۔ تمہارے بہن بہنوئی بھی داخلِ اسلام ہو چکے ہیں۔ نعیم بن عبد اللہ کی بات نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ سیدھے بہن کے گھر پہنچے۔ تلاوتِ قرآن کی دل آویز صدا نے استقبال کیا۔ اسلام کے بارے میں استفسار کیا۔ انکار پایا تو سختی پر اتر آئے۔ بیچ بچاؤ کو آئے بہنوئی زخمی ہو گئے۔ بہن کے ماتھے سے بھی خون جاری تھا۔ فاطمہ بنت خطاب نے غیرتِ ایمانی سے سرشار ہو کر اپنے بھائی کا چہرہ پکڑ کر جواب دیا:

"عمر جو دل میں آئے کر لو مگر اسلام کی محبت ہمارے دل سے نہیں نکل سکتی۔"

آپ نے نگاہ بھر کر بہن کی جانب دیکھا، بہتے ہوئے خون نے بھائی کی محبت کو بیدار کیا۔ مگر لہجے کی مضبوطی اور آنکھوں میں جھلکتے یقین نے دل پر بڑا اثر کیا۔ کہنے لگے فاطمہ جو چیز تم پڑھ رہی تھیں مجھے بھی تو دکھاؤ! قرآن کے

اوراق پڑھنا شروع کئے تو دل کی دنیا میں ہلچل مچ گئی۔ دعائے رسول کی قبولیت کا وقت قریب آرہا تھا۔ جب اس آیت پر پہنچے: آمنوا باﷲ ورسوله، تو خود پر قابو نہ رکھ سکے اور کہا مجھے حضور ﷺ کے پاس لے چلو۔ دعائے محمدی اثر دکھا چکی تھی اب دیدارِ نبی کے بغیر چین کہاں؟ تلاش کرتے ہوئے حضرت ارقم کے گھر دستک دی۔ اندر داخل ہوئے تو حضور نے کرتہ پکڑ کر فرمایا: عمر کس ارادے سے آیا ہے؟ عرض کی: آپ کے دامن کرم میں پناہ لینے۔۔۔ اتنا سننا تھا کہ صحابہؓ کرام نے مارے مسرت کے ایسا نعرہ لگایا کہ پوری وادی اللہ اکبر کی صداؤں سے گونج اٹھی۔

غربتِ اسلام کا زمانہ تھا۔ کفارِ مکہ کے ظلم و ستم کی وجہ سے مسلمان سہمے سہمے رہتے تھے۔ خوف اس قدر تھا کہ نمازیں بھی چھپ کر ادا کی جاتی تھیں۔ ظہر و عصر کی سرّی نمازیں مسلمانوں کی اسی کیفیت کی یادگار ہیں۔

ہر مسلمان کے دل کی آرزو تھی کہ بیت اللہ شریف میں نماز ادا کریں۔ ہَنوز آرزو تشنہ تھی۔ مگر اب حضور ﷺ کی دعا کا اثر ظاہر ہونا تھا کہ حضرت عمر کے ذریعے اسلام کو عزت حاصل ہو۔ اثر شروع ہوا تو حضرت عمر نے کافروں سے مقابلہ آرائی شروع کر دی۔ آپ کی ہمت و بہادری اور دبدبے نے جلد ہی کفار مکہ کو عاجز کر دیا اور وہ وقت بھی آیا کہ مسلمان نہایت شان و شوکت کے ساتھ کعبے میں داخل ہوئے۔ ایک زمانے سے کعبہ کی زمین سجدوں سے محروم تھی۔ اللہ اکبر کی صداؤں سے کعبے کے در و دیوار گونج اٹھے۔ مسلمانوں نے پیشانیاں جھکا کر بندگی کا اظہار کر کے دبی ہوئی تمناؤں کو دل کھول کر پورا کیا۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود فرماتے ہیں:

فلما اسلم عمر قاتل قريشاً حتي صلي عند الكعبة وصلينا معه.

’’جب حضرت عمر اسلام لائے تو قریش مکہ سے خوب لڑے یہاں تک کہ کعبے میں نماز ادا فرمائی اور ان کے ساتھ ہم سب نے بھی نماز پڑھی۔‘‘ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم: ۸۸۲۰)

اعلان نبوت کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ اسلام و کفر کے درمیان کھل کر فرق ظاہر ہوا۔ آقائے کریم ﷺ نے خوش ہو کر حضرت عمر کو فاروق (کفر و اسلام میں فرق پیدا کرنے والا) کا خطاب عطا فرمایا جو آج آپ کے نام کا جزو لا ینفک بن چکا ہے۔

فارقِ حق و باطل امامُ الہُدیٰ تیغِ مَسلُولِ شدت پہ لاکھوں سلام

حضرت عمر کی ہجرت کا واقعہ بھی ان کے مزاج کی طرح منفرد تھا۔ آپ سے پہلے جتنے افراد نے ہجرت کی، چُھپ چُھپا کر کی۔ کوئی رات کی تاریکی میں نکلا، کوئی علی الصبح روانہ ہوا تو کسی نے دوپہر کے وقت میں نکلنا مناسب سمجھا کہ اس وقت لوگ گھروں میں آرام کرتے ہوتے تھے۔ لیکن بارگاہ رسالت سے عطا کردہ خطاب "فاروق" کا تقاضا تھا کہ آپ کی ہجرت کا انداز بھی اوروں سے مختلف ہو، ہوا بھی ایسا ہی! جب آپ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو جسم پر ہتھیار لگا کر بیت اللہ شریف پہنچے۔ خانہ کعبہ کا طواف کیا، مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ اس وقت صحنِ کعبہ میں کئی سرکردہ کافر موجود تھے۔ مگر کوئی بھی آپ کو ٹوکنے کی ہمت نہ کر سکا۔ مگر وہ فاروق ہی کیا جو اتنے پر ہی مان جائیں؟ آپ خود ان کے پاس پہنچے اور فرمایا:

من أراد أن يثكل أمه أو يرمل زوجته أو ييتم ولده فليلقني وراء هذا الوادي.

"جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی ماں اسے روئے، اس کی بیوی، بیوہ اور بچے یتیم ہو جائیں تو مجھ سے اس وادی میں مقابلہ کرنے آجائے۔" (تاریخ الخلفاء للسیوطی، صفحہ ۹۵)

جو کافر دوسرے مسلمانوں کا پیچھا کرتے تھے۔ مسلمانوں کے تحمل کے باعث خود کو بہادر سمجھتے تھے۔ لیکن فاروقی للکار سن کر جواب دینے کی ہمت تک نہ ہو سکی۔ اس طرح جس شان کے ساتھ آپ نے اسلام کا اعلان کیا اسی

دھمک کے ساتھ ہجرت بھی فرمائی اور نہایت کروفر کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ ہو گیے۔ اس سفر پر آپ کے ساتھ 20 افراد اور بھی شامل تھے۔

خلیفۂ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد آپ نے مسندِ خلافت کو رونق بخشی۔ اس وقت بہت سارے لوگوں کو ایسا لگتا تھا کہ شاید اپنی پُر جلال طبیعت کے باعث امورِ خلافت کو اس طرح انجام نہ دے پائیں جس کی ضرورت تھی۔ مگر آپ کا جلال غیرتِ ایمانی کی بنیاد پر تھا ورنہ آپ علمِ انساب کے ماہر، اعلیٰ درجے کے خطیب اور افہام و تفہیم کا شاندار ملکہ رکھتے تھے۔

کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ کسی شخصیت کا کوئی ایک پہلو زیادہ مشتہر ہو جاتا ہے حالانکہ وہ شخصیت دیگر علوم و فنون میں بھی فقید المثال ہوتی ہے۔ حضرت عمر کی غیرتِ ایمانی اور ہیبت و دبدبے کے باعث آپ کے دیگر اوصاف سے ذرا کم ہی لوگ واقف تھے۔ مگر سیدنا صدیقِ اکبر آپ کے اوصاف و کمالات کو اچھی طرح جانتے تھے۔ علامہ سیوطی طبقات ابن سعد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قيل لابي بكر في مرضه: ماذا تقول لربك، وقد وليت عمر؟ قال، اقول له: وليت عليهم خيرهم.

"مرض الموت میں حضرت ابو بکر سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے حضرت عمر کو خلیفہ منتخب کرنے کے بارے میں سوال کیا تو کیا جواب دیں گے؟ حضرت ابو بکر نے فرمایا میں عرض کروں کہ میں نے لوگوں میں سب سے بہتر شخص کو اپنا خلیفہ منتخب کیا ہے۔" (تاریخ الخلفاء للسیوطی، صفحہ ۹۸)

یعنی حضرت ابو بکر صدیق پورے یقین سے جانتے تھے کہ بارِ خلافت کے لیے حضرت عمر سب سے زیادہ اہل اور موزوں ترین فرد تھے۔ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد آپ کے حسنِ تدبر، سیاسی بصیرت، معاملہ فہمی اور جنگی مہارت کا ایک زمانے نے اعتراف کیا۔ ثابت ہو گیا کہ صدیقِ اکبر کا فیصلہ ہر لحاظ سے بہترین تھا۔

وہ زمانہ انتہائی حساس تھا۔داخلی فتنوں کے ساتھ خارجی فتنے سر اٹھارہے تھے۔لیکن آپ نے اپنی زیرکی ودانائی سے سارے معاملات کو بحسن وخوبی سنبھالا اور دیکھتے ہی دیکھتے فتوحات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

آپ کے عہد خلافت میں ایک ہزار چھتیس(1036)شہر مع مضافات فتح ہوئے۔900جامع مسجد اور چار ہزار نئی مساجد تعمیر ہوئیں۔فتوحات کی وسعت کا یہ عالم تھا کہ 13لاکھ 9ہزار 501مربع میل کا اضافہ ہوا۔دیکھتے ہی دیکھتے اسلامی سلطنت کا دائرہ حجاز سے نکل کر شام، مصر، عراق، جزیرہ، آذربائیجان، جنوبی آرمینیا، فارس، کرمان، روم، اور ایران تک پھیل گیا۔دنیا کی سپرپاور طاقتیں قیصرِ روم اور شاہِ کسریٰ کا زور ختم کردیا گیا۔اس طرح دعائے محمدی نے اپنا اثر دکھایا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق کے ذریعے اسلام کو اس قدر غالب کیا کہ عرب کی چاروں سمتوں میں اسلام غالب ترین مذہب بن چکا تھا۔قریب دس سال پانچ مہینے اکیس دن کا زمانہ خلافت گزارنے کے بعد آخر اپنے دوستوں سے ملنے کا وقت آیا۔26ذوالحج کو دشمن کے ہاتھوں زخمی ہوئے اور درجۂ شہادت سے سرفراز ہوکر یکم محرم الحرام 24ھ کو اپنے رفیقِ جانی سیدنا ابو بکر صدیق اور اپنے آقا ومولا سید عالم ﷺ کے پہلو میں آرام فرما ہوگئے۔

؎ وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقر ۔۔۔ اس خدادوست حضرت پہ لاکھوں سلام

اختلافِ شریعت سے اتحادِ امت تک

(✍ مولانا ابو محمد عارفین القادری)

ذرا دین اور شریعت کا فرق سمجھئے۔ دین کا تعلق عقائد سے ہے اور شریعت کا تعلق معاشرے سے ہے۔
عقائد میں تبدیلی جائز نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اول دن سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا دین ایک ہی رہا ہے یعنی توحید، رسالت، تصورِ آخرت اور تقدیر وغیرہ لیکن۔۔۔
معاشرے کی تبدیلی جائز ہے بلکہ واقع ہے، ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی یہی وجہ ہے کہ وقت اور زمانے کے اعتبار سے معاشرتی رہن سہن، عادات واطوار، رُسوم ورواج، مزاج وانداز میں تبدیلی رونما ہوتی رہی ہے اسی وجہ سے سابقہ شریعتوں میں ایک دوسرے سے اختلاف رہا ہے، جس معاشرے کو جس نوعیت سے اصلاح کی ضرورت تھی انبیائے کرام علیہم السلام نے ویسی ہی تربیت فرمائی۔ گو کہ بظاہر شریعتوں میں اختلاف رہا مگر ان سب کا ایک ہی مقصد رہا یعنی اصلاحِ معاشرہ۔
مسجدِ اقصی میں حضور سید عالم ﷺ کے پیچھے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو جمع فرمایا گیا جن میں اختلافِ شریعت کے حامل تمام رسل کرام بھی تھے اور امامت حضور ﷺ نے فرمائی۔
اس حسین منظر نامے نے ہمیں درس دیا ہے کہ تمہارے علما کا باہمی اختلاف اس نوعیت کا نہیں ہونا چاہئے کہ ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں ادا کرنے سے رک جاؤ بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ عزت و تکریم سے پیش آؤ اور تم میں جو اعلم وافضل ہو اس کو مقدم رکھو۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام مخصوص قوموں یا علاقوں کی طرف مبعوث فرمائے جاتے تھے لیکن حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی خصوصیت ہے کہ آپ کو روئے زمین پر بسنے والی ہر قوم کی طرف مبعوث کیا گیا اور آپ کی شریعت تمام اقوام کے مزاج، عادت و اطوار و رسوم و رواج کی اصلاح لئے بنائی گئی یہی وجہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کی سیرت طیبہ کا ہر پُر نور گوشہ تمام قوموں کے لئے مہکتا پھول ہے اور اس تکمیل کا اِکمال صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ہدایت کا سرچشمہ قرار دیکر کر دیا گیا ہے۔

جیسا کہ ہم نے عرض کیا شریعت اصلاحِ معاشرہ کے لئے اتاری جاتی ہے اور حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں تو قدرت نے اپنی حکمتِ بالغہ سے مختلف مذاہبِ فقیہہ کو وجود عطا کیا اور اپنے حبیب کی امت میں ایسے ایسے علمائے ذی وقار پیدا کئے جن کی اجتہادانہ کاوشوں کو دیکھ کر زمین و آسمان عش عش کر اٹھے، معاملہ اصلاحِ معاشرہ کا تھا شریعت پھیلادی گئی اور ہر قوم میں سے انکے مزاجوں، عادتوں، طور طریقوں کو سمجھنے والا فقیہ پیدا فرمایا یوں مسائل قوموں علاقوں اور زمانوں کے اعتبار سے مختلف ہوتے گئے اور شریعت کا لچکدار پودا اپنی آب و تاب کے ساتھ تمام اقوام کو جگمگا گیا، کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ مسائل شریعت سے متصادم ان فقہائے عظام کی من مانیاں تھی حاشا و کلا ہر گز نہیں، ان فقہانے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ علیہم الرضوان کی شاگردی اختیار کی، اُنکی صحبت میں بیٹھے علومِ شریعت حاصل کئے اس میں مہارت حاصل کرکے مزاجِ شریعت کا فہم حاصل کیا اور قربان جایئے اُدھر اس سے پہلے ہی شریعت کا پودا لگانے والے پیارے مصطفی کریم ﷺ اپنے صحابیوں کی تربیت فرما کر انہیں خوب مصفی و مجلی فرما چکے تھے اور ایسا چمکتا جوہر بنا چکے تھے کہ خود فرمایا❋أصحابي كالنجـــوم بأيهم اقتديتم اهتديتم❋ (الشفاء باحوال المصطفی) میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جن کی بھی اقتدا کروگے ہدایت پا جاؤگے۔

ظاہر ہے ہر صحابی کا انداز، مزاج، قومی عادت و اطوار جداگانہ تھے، جن چیزوں میں اصلاح کی حاجت تھی حضور

ﷺ نے ان کا تزکیہ فرما کر باقیوں کو چھوڑ دیا تا کہ میری امت کے لئے صحابہ کا جو عمل آسان اور موافق الطبع نظر آئے عمل کرلے، شریعت پر عامل کہلائے گا۔

اسی حکمت کے تحت شریعت چار سو پھیل گئی اور آج دیکھ لیجئے موجودہ چار مذاہبِ فقیہہ میں سے جس فقہ پر عمل کیجئے اصلاحِ معاشرہ حاصل ہو گا اور یہی نزولِ شریعت کا مقصد ہے۔

سخت تکلیف دہ بات ہے کہ جو اختلاف امت کے حق میں رحمت تھا اسے ہم نے باعثِ نفرت بنا دیا ہے، ذرا ذرا سے فقہی اختلاف کی بنیاد پر ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے، ایک ساتھ مجلس میں نہیں بیٹھتے، عیادت نہیں کرتے بلکہ معاذ اللہ بعض لوگ تو انہیں فقہی اختلافات کی بنیاد پر جنازوں میں شرکت نہیں کرتے۔ اس روش کا امت کو بہت نقصان ہوا ہے۔

* نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سر *

نمازِ اقصیٰ میں جہاں حضور ﷺ کی امامتِ کبریٰ دکھانی منظور تھی وہیں ہمارے لئے عملی نمونہ بھی منقوش کیا گیا کہ اختلافِ شریعت کے باوجود امامت و قیادت میں فرق نہیں آتا تو اختلافِ فقہی کے سبب امامت و قیادت میں اس فرق کیوں روا رکھا جاتا ہے۔

ایک راز یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ سارے اختلافات اگر ملا لئے جائیں تو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ کر یہ سب ختم ہو جاتے ہیں، چاہیں شریعت کا اختلاف رکھنے والے انبیائے کرام ہوں یا مذاہب کا اختلاف رکھنے والے علمائے عظام ہوں سب ایک نامِ نامی پر جمع ہیں۔

* وکلھم من رسول اللہ ملتمس *

آج کی شبِ معراج اتحادِ امت کا پیغام لائی ہے، خدارا اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کیجئے چھوٹی چھوٹی باتوں پر روٹھنا چھوڑ دیئے۔ اپنوں کو پاس بلایئے، گلے لگایئے، گلے شکوے دور فرمایئے اور مل کر اصلاحِ امت کا سوچئے۔

اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ واللّٰہُ المُوفِّق.

حق الیقین ترجمہ النور المبین[3]

(مولانا عبد الحسیب خان اختر القادری-قسط چہارم)

اور اس طریقہ پر صحابہ، تابعین اور ائمہ مسلمین تھے اور شافعی، احمد بن حنبل، سفیان ثوری اور ابن مبارک، ان کے علاوہ وہ لوگ بھی تھے جن کی اقتداء واجب ہے اور جن کے طریقے کی اتباع کی جاتی ہے۔ (قسط سوم سے پیوستہ)

قاعدہ ثانیہ:

انبیا، ملائکہ، ائمہ اور صحابہ کے بارے میں کلام اور اس میں چار فصلیں ہیں۔

الفصل الاول:

نبوت کے اثبات کے بارے میں۔

جان لیجئے کہ اللہ عزوجل نے انبیا و رسل کو مخلوق کی جانب مبعوث فرمایا، ان پر کُتب نازل فرمائیں، ان کو تمام لوگوں پر فضیلت دی، اور ان میں سے بھی بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی، ان میں سے بعض کا ذکر قرآن میں

([3]) النور المبین فی قواعد عقائد الدین علمِ کلام و اصولِ عقائد پر مشتمل اامام ابو القاسم محمد بن احمد جُزَی الکلبی الغرناطی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۱ھ) کی بہت عمدہ تالیف ہے، یہ کتاب ۲۰۱۵ میں دار الامام ابن عرفہ –تونس اور المرکز العربی للکتاب– متحدہ عرب امارات کی مشارکت سے شائع ہو چکی ہے جس کا اردو ترجمہ فاضل محترم مولانا عبد الحسیب خان اختر القادری حفظہ اللہ نے قلمبند فرمایا ہے۔ نفحاتِ حرم اِسے قسط وار شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ (ادارہ)

فرمایا اور بعض کا نہیں فرمایا، ان میں سے سب سے پہلے آدم علیہ السلام تھے جو کہ ابو البشر ہیں اور سب سے آخر محمد ﷺ ہیں جو کہ سب سے افضل ہیں۔

ان کے ہاتھ پر معجزات کا ظہور دعویٰ نبوت میں ان کے صدق پر دلالت کرتا ہے؛

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ (الحديد: ٢٥)

ترجمہ: تحقیق ہم نے اپنے رسولوں کو روشن معجزوں کے ساتھ بھیجا۔

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

ما من نبي إلا و قد أوتي من الآيات ما مثله آمن عليه البشر (صحيح البخاري)

یعنی ہر نبی کو کچھ نشانیاں دی جاتی تھیں جس کی کوئی مثال نہیں ہوتی، لوگ اس پر ایمان لاتے۔

جان لیجئے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت میں حکمت چند وجوہ پر ہے:

وجہ اول: لوگوں کی عقول مختلف ہیں اور ان کے مذاہب میں بھی اختلاف ہے پس اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجا تاکہ وہ لوگوں پر ان چیزوں کا معاملہ واضح کریں جس میں وہ مختلف ہو بیٹھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيۡنَ وَ مُنۡذِرِيۡنَ ۪ وَ اَنۡزَلَ مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ فِيۡمَا اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ (البقرة: ٢١٣)

ترجمہ: تمام لوگ ایک امت تھے (جب وہ مختلف ہو گئے) تو اللہ تعالیٰ نے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے نبی بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب حق نازل کی تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان کی اختلاف کردہ باتوں کا فیصلہ کریں۔

وجہ ثانی: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا اور اُن کیلئے امر و نہی پر مشتمل شریعتوں کو مشروع کیا جن کے ذریعے لوگ شرع سے واقفیت حاصل کرتے ہیں اور انبیائے کرام علیہم السلام کو اپنے اور اپنے بندوں کے

درمیان واسطہ بنایا تاکہ وہ لوگوں کو اللہ عزوجل کے نازل کردہ احکامات پہنچائیں، اگر اللہ عزوجل انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث نہیں کرتا تو ضرور تمام مخلوق گمراہ ہو جاتی اور وہ اللہ کی عبادت کرنے کا طریقہ نہیں جان پاتی، اور یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ کونسا کام کرنا ہے اور کونسا کام نہیں کرنا۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ (الأنعام: ٤٨)

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر وہ خوشخبری سناتا یا ڈر سناتا۔

اسی وجہ سے اللہ نے اپنے بندوں پر اپنے رسول کی اطاعت واجب کی، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء: ٦٤)

ترجمہ: اور ہم نے ہر رسول کو صرف اسلئے بھیجا کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔

وجہ ثالث: اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اسلئے بھیجا تاکہ مخلوق پر حجت قائم ہو جائے اور ان کے اعذار منقطع ہو جائیں؛

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (الأسراء: ١٥)

ترجمہ: ہم کسی قوم کو عذاب نہیں دیتے جب تک اس میں کوئی رسول نہ بھیجیں۔

اور ارشاد فرمایا:

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُل (النساء: ١٦٥)

ترجمہ: (اور ہم نے) خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے رسول بھیجے تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کیلئے اللہ پر کوئی حجت نہ رہے۔

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ آخرت میں فرمائے گا:

يٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ رُسُلٌ مِّنۡكُمۡ يَقُصُّوۡنَ عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِىۡ وَ يُنۡذِرُوۡنَكُمۡ لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ هٰذَا (الأنعام: ۱۳۰)

ترجمہ: اے گروہِ جن وانس! کیا نہیں آئے تمہارے پاس رسل جنہوں نے تم سے میری آیات بیان کی اور تمہیں اس دن کی ملاقات کاڈر سنایا۔

الفصل الثانی:

خاتم النبیین وسید المرسلین وخیر الاولین والآخرین رحمۃ للعالمین ابی القاسم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم النبی الامی العربی القرشی ﷺ وبارک وترحم وشرف وکرم کی نبوت کے اثبات کے بارے میں۔

جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو عرب وعجم کے تمام انسانوں اور جنات کی جانب مبعوث فرمایا، اور تمام لوگوں پر ان کے دین میں داخل ہوناواجب قرار دیااور وہ دینِ اسلام ہے جس کے علاوہ کسی دین کو اللہ قبول نہیں فرمائے گا، اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی ملت سے تمام ملتوں کو منسوخ کر دیا، اور اُن کی شریعت سے تمام شریعتوں کو ختم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعَا (الأعراف: ۱۵۸)

ترجمہ: اے لوگوں بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کارسول ہوں۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ لٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الأحزاب: ٤٠) ترجمہ: لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی رسالت و نبوت پر کثیر دلائل دلالت کرتے ہیں، ہم نے ان دلائل کو پانچ انواع میں جمع کیا ہے۔

نوعِ اول: قرآن مجید جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر نازل فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ (۴۱) لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (۴۲) (حم السجدة: ٤١-٤٢)

ترجمہ: بے شک یہ بہت معزز کتاب ہے اس میں باطل کہیں سے آ نہیں سکتا نہ سامنے سے اور نہ پیچھے سے، یہ کتاب بہت حکمت والے، حمد کئے ہوئے کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

قرآن نبی کریم ﷺ کی نبوت کے صحیح ہونے پر دس وجوہ سے دلالت کرتا ہے؛

وجہ اول: قرآن مجید کی فصاحت و جزالت جس کے باعث وہ تمام کلام سے ممتاز ہوتا ہے، اس بات کا اعتراف عرب میں سے اُن لوگوں نے بھی کیا جس نے قرآن کو سنا، اسی طرح اس کی آیات کا مقاطع عجیب نظم میں ہونا، اور ان میں حسن تالیف ہونا، بعض علمانے اس کی نظم کو فصاحت پر زائد دوسری نظم میں شمار کیا ہے۔

وجہ ثانی: نبی کریم ﷺ نے مخلوق کو قرآن کے مثل لانے کی دعوت دی، پس وہ اس سے عاجز آگئے اور اس کے مثل کوئی شے نہیں لاسکے، باوجودیکہ وہ قرآن کے متعارض ہونے کا دعوی کرتے تھے اور اس کی تکذیب پر حریص تھے، اور اپنے زمانے میں عرب کے فصحا تھے، اگر وہ اس فعل پر قدرت رکھتے تو ضرور وہ اس کو کرتے، اور جنگ وجدال اور سبّ وشتم کرنے پر راضی نہیں ہوتے۔

پس یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن کی مثل لانے پر کسی بشر کو قدرت نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰي عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَاۗءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (البقرة: ٢٣)

ترجمہ: اور اگر تمہیں شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا تو لے آؤ اس کے مثل کوئی سورت اور بلالو اللہ کے سوا اپنے مددگاروں کو، اگر تم سچے ہو۔

اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ لوگ اس کی مثل لانے پر قادر نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (الأسراء: ۸۸)

ترجمہ: آپ ﷺ فرمادیجئے کہ اگر تمام جن وانس اس قرآن کی مثل لانے کیلئے جمع ہو جائیں تو اس کی مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ ان کے بعض بعض کے مددگار ہوں۔

وجہ ثالث: قرآن مجید میں پچھلی امتوں کے واقعات بیان ہوئے اور انبیائے سابقہ وغیرہم کے حالات بیان ہوئے جن کے بارے میں بغیر وحی جانا نہیں جاسکتا۔

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَاۤ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَاۤ اَنْتَ وَ لَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا (هود: ۴۹)

ترجمہ: یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی جانب وحی کرتے ہیں، اس سے پہلے آپ اور آپ کی قوم اسے نہیں جانتی تھی۔

وجہ رابع: قرآن مجید نے ان غیوب کے بارے میں بھی خبریں دی جو کہ بعد میں حسب حال پر واقع ہوئیں۔

ارشاد فرمایا: لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (التوبة: ۳۳) ترجمہ: تاکہ ان کا دین تمام کا تمام ان پر ظاہر ہو جائے۔

اور فرمایا: لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (الفتح: ۲۷) ترجمہ: آپ ﷺ ضرور مسجد حرام میں داخل ہونگے۔

اسی طرح لوگوں کے اسرار اور جو ان کے دل میں تھا، اس کے بارے میں خبر دی۔

جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: وَ يَقُوْلُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ (المجادلة: ۸) ترجمہ: کہتے ہیں وہ اپنے دل میں۔

اور فرمایا: يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ (النساء: ٤٦) ترجمہ: کلام کو بدل دیتے ہیں۔

وجہ خامس: قرآن میں عقائدِ دین سے متعلق علم ہے: اللہ تعالیٰ کے اسما اور اس کی صفات کا بیان، آخرت کے احوال کا بیان، اور اس پر دلائل قائم کرنا وغیرہ، اور سابقہ امم کی خود ساختیوں کا دلائلِ قاطعہ کے ساتھ رد فرمانا وغیرہ، جن کے ادراک سے عقول عاجز آجائیں، اور ان تمام کا بیان صرف وحیِ الٰہی سے ممکن ہے۔

وجہ سادس: قرآن مجید نے شریعت کے احکام بیان کئے، اور حلال اور حرام کو بیان فرمایا، اور ان مکارمِ اخلاق کی جانب ہدایت فرمائی جو دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت ہیں۔

وجہ سابع: قرآن کا تبدیل و تغییر سے محفوظ ہونا، بر خلاف دوسری کتب کے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر: ٩)

ترجمہ: بے شک ہم نے ہی اسے نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

وجہ ثامن: اس کو یاد کرنے کے لئے آسان کر دیا، اور یہ بالمشاہدہ معلوم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ (القمر: ١٧) ترجمہ: تحقیق ہم نے قرآن کو یاد کرنے کیلئے آسان کر دیا۔

وجہ تاسع: قرآن پڑھنے والے کو اس کی کثرتِ تلاوت سے اکتاہٹ نہیں ہوتی، اور نہ ہی سننے والے کو اکتاہٹ ہوتی ہے۔

وجہ عاشر: اس میں جو دعائیں ذکر ہوئیں ان کے ذریعے امراض و آفات سے شفا حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ سورہ فاتحہ سے شفا طلب کرنے کے بارے میں حدیث ہے، اور جیسا کہ حدیث میں ہے کہ سورہ حشر کی آخر آیات میں موت کے سوا ہر بیماری کا علاج ہے۔

نوع ثانی: نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر جو کثیر معجزات اور نشانیاں ظاہر ہوئیں، وہ آپ ﷺ کے نبی ہونے پر دلالت کرتے ہیں، بعض علمانے فرمایا: آپ ﷺ کے معجزات ہزار کے قریب ہیں، جبکہ بعض علما کے نزدیک تمام انبیا کو اللہ تعالیٰ نے جو معجزات عطا فرمائے، وہ سب کے سب معجزات آپ ﷺ کو بدرجہ اتم عطا فرمائے، جو کہ ان انبیا کے معجزات سے بہتر یا ان کے مثل تھے۔

ان معجزات میں سے بعض یہ ہیں: شق القمر، انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا، قلیل کھانے سے کثیر لوگوں کا پیٹ بھر کر کھانا، غیوب کی خبریں دینا جو ویسے ہی واقع ہوئیں جیسا فرمایا، مٹھی میں کنکر کا تسبیح کرنا، پتھر کا آپ ﷺ کو سلام کرنا، درخت کا آپ ﷺ کے پاس چل کر آنا اور آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دینا، گوہ کا کلمہ پڑھنا اور آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دینا، خچر اور اونٹنی کا کلمہ پڑھنا، بھیڑیا کا آپ ﷺ کی نبوت کی شہادت دینا، ایک دن کے بچے کا آپ ﷺ کی نبوت کی شہادت دینا، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ نکلنے کے بعد اس کی جگہ پر لوٹانا اور ان کی آنکھ کا زیادہ حسین ہو جانا، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کیلئے مردوں کو زندہ کیا، آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی مردے نے دی، اللہ تعالیٰ نے کثیر امور میں آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی: ان میں سے سورج کا غروب ہونے کے بعد لوٹنا، استسقا اور استصحا وغیرہ ہیں۔

آپ ﷺ کے معجزات دو اقسام پر ہیں:

ان میں بعض وہ ہیں جن کو ہم قطعی طور پر جانتے ہیں: جیسے انشقاق قمر۔ کیونکہ اس کے وقوع پر نص ہے اور بغیر دلیل اس کے ظاہر سے عدول نہیں کیا جائیگا، اور اس کے بارے میں صحیح احادیث کثیر طرق سے مروی ہیں، اسی طرح انگلیوں سے پانی جاری ہونے کا واقعہ اور کھانے کا زیادہ ہونے والا واقعہ بھی ثقہ راویوں کی بڑی جماعت اور کثیر صحابہ نے روایت کیا، اور کثیر لوگوں نے اس کا مشاہدہ کیا۔

ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو ہم کثرت وقوع کے اعتبار سے قطعی مانتے ہیں: اگرچہ ان پر وارد احادیث کے اعتبار سے وہ قطعی نہیں ہیں، جیسے کہ اخبارِ غیوب، اجابتِ دعا، کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ سے کثیر جگہ ثابت ہیں حتی کہ اس کا مجموعہ قطعی ہوگیا، اگرچہ ان میں ہر ایک اس طرح نہیں ہے، چنانچہ جب ہم نے اس کی مثل کو جمع کیا تو ان کے معنی میں اتفاق پایا، اور معجزات کو ان دونوں اقسام پر مجتمع کردیا۔

نوعِ ثالث: ان فضائلِ عظیمہ اور شمائلِ کریمہ سے استدلال کرنا جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمائے، اور جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی سیرت جمیلہ اور مناقب جلیلہ میں جمع کردیا جن کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے اس ہی میں جمع کرتا ہے جس سے زیادہ محبت کرتا ہے۔

ان میں سے بعض یہ ہیں: شرفِ نسب، جمالِ صورت، کامل عقل، صحیح فہم، فصاحتِ زبان، قوتِ حواس، کثرتِ علوم، کثرتِ عبادت، حسنِ خلق، حلم، صبر، شکر، زہد، عدل، امانت، صدق، تواضع، عفو، عفت، سخاوت، شجاعت، حیاء، مروّت، وقار، حسن عہد، صلہ رحمی، شفقت، حسنِ معاشرت، حسنِ تدبیر وغیرہ۔

نبی کریم ﷺ تمام کامل خصلتوں کے جامع تھے، تمام اوصافِ جلیل آپ ﷺ میں جمع تھے، آپ ﷺ اس میں اعلیٰ درجات اور ابعد الغایات کو پہنچے، ان تمام کو اہل اخبار نے نقل کیا اور ان کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، جو کچھ بھی سیرت نگاروں نے آپ ﷺ کے بارے میں لکھا، ان تمام سے بڑھ کے آپ ﷺ کو اللہ کا یہ ارشاد کافی ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم: ٤) ترجمہ: بے شک آپ ﷺ خلق عظیم کے بلند درجات پر ہیں۔

آپ حدیثِ ابوسفیان پر غور کریں جب وہ ہرقل بادشاہِ روم کے پاس گیا، اور ہرقل نے اُن سے آپ ﷺ کے احوال، اخلاق اور نسب کے بارے میں سوال کیا پس جب ابوسفیان نے ہرقل کو جواب دیا تو اس نے آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی، اور یہ حدیث صحیح ہے جس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو میں آیا تاکہ میں آپ ﷺ کو دیکھوں، پس جب میں نے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کی جانب نظر کی تو میں نے جان لیا کہ یہ جھوٹوں کا چہرہ نہیں ہے۔

نوعِ رابع: آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے جو نشانیاں ظاہر ہوئیں، ان سے آپ ﷺ کی نبوت پر استدلال کیا گیا ہے، چنانچہ ان میں سے جو آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت نشانیاں ظاہر ہوئیں وہ یہ ہیں: آپ ﷺ کی ولادت کے وقت نور کا نکلنا، ایوان کسریٰ کا روشن ہو جانا، فارس میں آگ روشن ہونا وغیرہ۔

ان نشانیوں میں ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی آپ ﷺ کو ان کی ذریت میں مبعوث فرمانے کی دعا بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی دعا کو بطور حکایت بیان فرمایا:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (البقرة: ۱۲۹)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ان میں ہی سے ایک عظیم رسول بھیج دے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے نسب کو ہر عیب سے محفوظ فرمایا یہاں تک کہ آپ ﷺ اشرف نسب اور افضل گھر میں تشریف لائے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ نے بشر میں سے آدم کو منتخب فرمایا۔۔الی آخر الحدیث“ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”ہمارے نسب میں کوئی زنا سے نہیں ہے، سب نکاح سے ہیں۔“

آپ ﷺ کے سبب ہی اللہ تعالیٰ نے اصحابِ فیل کو مکہ سے واپس کیا اور ان کو ہلاک کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ (الفيل: ۱ إلى آخر السورة)

ترجمہ: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ کے رب نے اصحاب فیل کے ساتھ کیا کیا۔

ان نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہما السلام اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے آپ کے مبعوث ہونے کی نشانیاں بتائیں۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ (آل عمران: ۸۱)

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام سے عہد لیا کہ میں ضرور تم کو کتاب اور حکمت عطا کروں گا پھر جب آئے تمہارے پاس وہ رسول جو اس کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔

ان نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کا ذکر توریت اور انجیل میں ہے؛

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ (الأعراف: ۱۵۷)

ترجمہ: جو اس رسول نبی امی کی پیروی کریں گے جس کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

ان نشانیوں میں سے آسمانوں کو شہاب ثاقب کے ذریعے محفوظ کرنا اور شیاطین کو فرشتوں کی باتیں سننے سے روکنا بھی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جن سے بطور حکایت فرمایا:

وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ (الجن: ۹)

ترجمہ: اور ہم اس سے پہلے (فرشتوں کی باتیں) سننے کیلئے گھات لگا کر بیٹھ جاتے تھے۔

ان نشانیوں میں سے رُہبان، احبار اور علمائے اہل کتاب کا آپ ﷺ کی صفت، آپ ﷺ کی امت کی صفت اور آپ ﷺ کا اسم اور علامات کی خبر اپنی کتب میں پانا ہے، چنانچہ اس وجہ سے بَحِیرا راہب نے آپ ﷺ کو صغر سنی میں پہچان لیا، اس وجہ سے زید بن عمرو بن نفیل، ورقہ بن نوفل، اور ان کے علاوہ جنہوں نے کتب

پڑھیں تھیں انھوں نے بھی پہچان لیا، اور آپ ﷺ کا ذکر موحدین متقدمین جیسے تبع، اوس بن حارثہ وغیرہ کے کلام میں بھی پایا گیا، اور اللہ تعالیٰ نے کاہنوں کی زبان سے آپ ﷺ کا ذکر مبارک کروایا جیسے کہ شق، سطیح، خنافر اور سواد وغیرہ کاہنوں نے آپ ﷺ کا ذکر کیا۔

نوعِ خامس: آپ ﷺ کے بعد ظاہر ہونے والی نشانیوں سے آپ ﷺ کی نبوت پر استدلال کرنا، چنانچہ آپ ﷺ کے دین کا تمام ادیان پر غلبہ ہو جانا اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تصدیق کرتا ہے،

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (التوبة: ۳۳)

ترجمہ: وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کا دین تمام ادیان پر غلبہ پالے۔

آپ ﷺ کی امت کیلئے مشرق و مغرب فتح ہو جانا آپ کے اس قول کی تصدیق ہے:

"مجھے زمین دکھائی گئی پس میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا، بے شک میری امت کا ملک عنقریب وہاں تک پہنچے گا جہاں تک مجھے دکھایا گیا۔ (مسلم)

اگر آپ غور کریں کہ آپ ﷺ کی امت نے قیصر و کسریٰ وغیرہ کے ملک پر کیسے غلبہ حاصل کیا، حالانکہ ان کا ملک بہت بڑا اور ان کا لشکر کثیر تھا، تو یہ ظاہر ہو جائیگا کہ ان ممالک پر اللہ کی مدد کے بغیر کوئی بھی غلبہ حاصل نہیں کر سکتا۔

ان نشانیوں میں سے آپ ﷺ کے دین کی بقا بھی ہے جو کہ سات سو سالوں (مصنف کے دور تک) سے زمین کے افق پر روشن ہے جس کی حدود میں کوئی تغیر نہیں ہوا جو کہ جاننے والوں سے مخفی نہیں۔

ان نشانیوں میں سے آپ کی امت کا کثیر ہونا اور لوگوں کا آپ ﷺ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونا بھی ہے، چنانچہ کسی نبی کی امت اس سے قبل آپ ﷺ کی امت کی کثرت کو نہیں پہنچی، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"بے شک مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کی اکثریت میری تابع ہوگی" (بخاری)

ان نشانیوں میں سے وہ بھی ہیں جن کی برکتیں صحابہ کرام سے ظاہر ہوئیں یعنی علوم، تفقہ فی الدین، نطق بالحکمت، اللہ عزوجل کا تقوی وغیرہ، ان میں سے کوئی بھی ہدایت نہیں پاتا اگر آپ ﷺ کی اتباع نہیں کرتا۔

ان میں وہ بھی ہیں جو آپ ﷺ کی امت کے صلحا سے کرامات، اجابتِ دعوات، اور خوارق عادات وغیرہ ظاہر ہوئیں، کیونکہ یہ سب ان کے نبی کے صدق پر دلالت کرتی ہیں، اور ان کی کرامت اللہ کی جانب سے ہیں۔

(جاری ہے)

سلطان التارکین خواجہ صوفی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمۃ ایک نرم دل بزرگ

(مولانا نازش المدنی مراد آبادی)

قدوۃ الواصلین ،سلطان التارکین ،سند الاصفیاء، تاج الاولیاء، صوفی خواجہ حمید الدین چشتی ناگوری قدس سرہ العزیز کا شمار اُن اولیائے کاملین اور صوفیائے راسخین میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنی مکمل زندگی ترکِ دنیا اور فکرِ عقبی میں گزاری ہے۔ آپ علیہ الرحمۃ والرضوان ہمہ وقت رضائے مولا کی تلاش و جستجو میں لگے رہے۔ آپ علیہ الرحمہ کی زندگی بھی انتہائی سادگی میں گزری اور بعدِ وصال بھی وہ صوفیت اور سادگی آپ علیہ الرحمہ کے آستانۂ عالیہ پہ نظر آتی ہے نا کوئی گنبد نا کوئی چھت بس ایک مہندی کے درخت کے نیچے قلندِ وقت آرام فرما ہے۔

یوں تو صوفی درویش صفت انسان میں کئی خوبیاں ہوتی ہیں مگر ایک خاص خوبی جو اُس میں ہوتی ہے وہ ہے "مخلوقِ خدا پہ رحم دلی"۔ اس تناظر میں جب ہم حضور صوفی صاحب علیہ الرحمہ کو دیکھتے ہیں تو آپ مخلوقِ خدا پر انتہائی مُشفِق و مہربان اور نرم خو نظر آتے ہیں۔ جس کا اندازہ نیچے دیئے گئے کچھ واقعات سے بخوبی عیاں ہو جاتا ہے۔

گوشت پر فاتحہ مت دلانا

حضرت شیخ سلطان التارکین قدس سرہ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ اگر تم میری روح کو کوئی چیز بخشنا چاہو تو گوشت نہیں بخشنا (یعنی میری فاتحہ گوشت پہ مت دلانا)، مریدین نے عرض کیا: بابا اگر ہم بازار سے ذبح کیا ہوا گوشت

خرید لیں۔ فرمایا وہی بات ہے تم جتنا گوشت بازار سے خریدو گے قصاب اس بکری کی جگہ دوسری ذبح کر لیں گے۔ مقصد یہ تھا کہ ہمارے واسطے کوئی جان بے جان نہ ہو۔

(تذکرہ سلطان التارکین، صفحہ ۵۱، ناشر: نعیمی دار المطالعہ، دارالعلوم فیضانِ اشرف باسنی ناگور شریف)

ان باتوں سے کوئی شخص یہ مفہوم نہ نکالے کہ گوشت کھانا اسلام میں منع ہے اس لیے ہمارے کچھ بزرگوں نے نہیں کھایا حالانکہ ایسی بات نہیں ہے بلکہ یہ ہمارے بزرگوں کا تقویٰ تھا کہ انہوں نے اپنی نفسانی خواہشات کو زیر کرنے کے لیے ایسا کیا کہ کیوں اپنے نفس کی لذت کے لیے کسی جانور کی جان لی جائے اس وجہ سے انہوں نے گوشت کھانا پسند نہ کیا۔

اس واقعہ سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ صوفی علیہ الرحمہ کس قدر مخلوقِ خدا پر نرمی فرمایا کرتے تھے۔

گائے کے زخموں پر مرہم پٹی

اسی طرح ایک مرتبہ ایک ہندو شاعر غالباً چارن تھا صوفی صاحب علیہ الرحمہ کی شہرت سن کر آپکی زیارت کا متمنی ہوا اور اس غرض سے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا کہ آپ کے روئے اقدس کی زیارت سے مستفیض ہو مگر وہ دور سے کیا دیکھتا ہے کہ صوفی علیہ الرحمہ ایک درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے گائے کے تھنوں میں چاقو چلا رہے ہیں اس شاعر نے یہ دیکھتے ہی ایک مصرعہ کہا "ہڈواو گھنٹر بہیو تھاں سے مل کر تائی" یہ مصرعہ صوفی صاحب علیہ الرحمہ نے بھی سن لیا مگر آپ اپنے کام میں منہمک رہے، جب وہ شاعر آپ کے بالکل نزدیک پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ صوفی صاحب علیہ الرحمہ گائے کے تھنوں سے چاقو کے ذریعے کیڑوں کو ہٹا رہے تھے اور گائے کے زخموں کی مرہم پٹی کر رہے ہیں۔ اس شاعر نے فی البدیہہ دوسرا مصرعہ کہا "آوے نہیں آنکھ تلے دوجو کوئی داتار"۔

(تذکرہ سلطان التارکین، صفحہ ۵۴، ناشر: نعیمی دار المطالعہ، دارالعلوم فیضانِ اشرف باسنی ناگور شریف)

چیونٹی کے لئے سفر

اسی طرح ایک اور واقعہ ہے کہ صوفی صاحب علیہ الرحمہ اپنے سسرال لاڈنوں سے جب تشریف لارہے تھے اس وقت آپ راستہ میں کسی سایہ دار درخت کے نیچے تھوڑی دیر آرام فرمانے کی غرض سے بیٹھ گئے، جب وہاں سے واپس اٹھ کر روانہ ہوئے تو ایک چیونٹی آپ کے لباس مبارک پہ چڑھ گئی اور حضرت کے ہمراہ ناگور شریف آگئی۔ جب آپ نے دیکھا تو بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اس خیال سے کہ میری وجہ سے اس چیونٹی کا اپنا گھر بار چھوٹ گیا اور یہ اپنے قبیلے سے بچھڑ گئی اسی وقت اس چیونٹی کو ایک ڈبیا میں رکھ کر اسی مقام پر جاکر چھوڑ دیا جہاں سے وہ آپ کے ساتھ آئی تھی، اسی سبب سے آپ کو امان الارض کا خطاب عطا ہوا۔

(تذکرہ سلطان التارکین، صفحہ ۵۴،۵۵، ناشر: نعیمی دار المطالعہ، دارالعلوم فیضانِ اشرف باسنی ناگور شریف)

چڑیا نے عمامہ میں گھونسلہ بنالیا

ایک مرتبہ آپ علیہ الرحمہ عبادتِ الٰہی میں مصروف تھے اور جبینِ اقدس سجدے میں تھی اور آپ اللہ سے لو لگائے ہوئے تھے کہ ایک چڑیا نے آپ کے عمامہ شریف میں گھونسلہ بنا کر انڈے دے دیئے تھے آپ نے اس وقت تک سجدہ سے سر نہیں اٹھایا جب تک کہ انڈوں سے بچے بڑھ کر باہر نہیں نکل گئے۔ حالانکہ آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ اس چڑیا نے انڈے دے دیئے ہیں اگر میں سر اٹھاؤں گا تو اس کے انڈے پھوٹ جائیں گے۔

(رسالہ سہ ماہی صوفیہ باسنی، جلد نمبر ۴، شمارہ نمبر ۲)

یہ بھی مخلوقِ خدا پر رحم دلی کی ایک واضح مثال تھی، اس کے علاوہ اور بھی کئی مثالیں موجود ہیں جن سے پتا چلتا ہے صوفی صاحب علیہ الرحمہ مخلوقِ خدا پر کس قدر رحم دل تھے۔ اب ذرا ہم اپنا بھی جائزہ لیں کہ ہم کس جگہ کھڑے ہیں اے کاش ہمیں بھی حضور سلطان التارکین خواجہ حمید الدین ناگوری علیہ الرحمہ کے صدقے نرم گوئی اور نرم دلی نصیب ہو۔ (آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین ﷺ)

شریعت سے نفرت

(✍ پروفیسر محمد اسمٰعیل بدایونی)

اف میرے پاؤں تو بہت برے طریقے سے درد کر رہے ہیں۔۔۔امی نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

نورین فوراًہی امی کے لیے پانی لے کر آئی تو امی نے پانی پیتے ہوئے کہا اللہ تعالیٰ اس شوگر سے محفوظ رکھے۔۔۔

اچھا یہ بتایئے امی !لڑکی پسند آئی کہ نہیں ؟نورین نے شوخی سے پوچھا۔

اسد بھی سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔

نہیں بھئی مجھے سمجھ نہیں آئی اور اسد اٹھ کر چلا گیا۔۔۔

امی آپ بھی بلاشک وشبہ لڑکیوں کو دیکھنے کی سینچری تو مکمل کر چکی ہوں گی۔۔نورین نے ہنستے ہوئے کہا۔

تو کیا مقصد ہے ؟کوئی بھی اٹھا کر اپنے گھر لے آؤں۔۔۔امی نے کہا۔

لیکن یہ لڑکی تو خوبصورت بھی تھی جسے آپ دیکھنے گئیں تھیں پھر کیا ہوا؟

ہاں لڑکی تو بہت خوب صورت تھی اس میں تو کوئی شک نہیں۔۔۔امی نے صاف گوئی سے کہا۔

تو یقیناً آپ کو لڑکی کی اماں سمجھ نہیں آئیں ہوں گی ؟

نہیں اماں بھی بہت اچھی اور ملنسار خاتون تھیں۔۔۔

تو یقیناً لڑکی کی عادت واطوار آپ کو پسند نہیں آئے ہوں گے ؟نورین کے تکے جاری تھے۔

نہیں لڑکی عادت واطوار کی بھی پیاری تھی کم از کم تم سے تو بہت بہتر تھی۔۔۔امی نے نورین کیجانب دیکھتے ہوئے کہا۔

ارے تو پھر مسئلہ کیا تھا؟امی!نورین نے زچ ہوتے ہوئے کہا۔

لڑکی شرعی پردہ کرتی ہے۔امی نے کہا۔

تو یہ تو اچھی بات ہے امی!نورین نے کہا۔

نہیں بھئی اتنا مذہبی بھی نہیں ہونا چاہیے یہ کوئی بات ہے کہ وہ اپنے بہنویوں کے سامنے نہیں جاتی ہے اور یقیناً شادی کے بعد وہ نندوئی کے سامنے بھی جانے سے گریز کرے گی۔ یہاں ہمارے گھر میں آئے گی تو دیور اور جیٹھ سے پردہ کرے گی۔۔۔امی نے صاف صاف کہا۔

تو بیگم یہ بہت اچھی بات ہے۔۔۔ابو نے اخبار ایک جانب رکھتے ہوئے کہا۔

دیکھیے بھئی آپ میرے گھر کے معاملے میں نہیں بولیں گے مجھے گھر چلانا مجھے معلوم ہے کہ گھر میں عورتیں کیسی ہونی چاہیے۔۔۔ذرا سوچئیے!کل کو اسے اپنے دیور کے کپڑے دھونا پڑ جائیں، کھانا دینا پڑ جائے تو پھر کیا ہو گا؟وہ تو کبھی بھی نہیں کرے گی۔امی نے اصل نقشہ ابو کے سامنے کھینچا۔

ہاں وہ تو ٹھیک ہے لیکن یہ اس کی ذمے داری بھی نہیں۔۔۔ابو نے کہا۔

آپ تو رہنے دیجیے اس معاملے میں، مجھے معلوم ہے کیا کرنا ہے۔امی نے ہاتھ اٹھا کر بحث ختم کرتے ہوئے کہا اور اٹھ کر چلی گئیں۔

بھئی تمہاری ماں کو کون سمجھا سکتا ہے بھلا۔۔۔ابو نے اخبار واپس اٹھالیا۔

چند دن ایسے گزرے تو ابو نے کہا اسد کے ساتھ ساتھ نورین کی بھی شادی کر دو تا کہ ہم اس ذمے داری سے سبکدوش ہو جائیں۔

ہاں کوئی اچھا رشتہ آئے تب نا! امی نے کہا۔

وہ سعدیہ خالہ کا بیٹا ہے تو، وہ شاید چاہتے بھی تھے ہماری نورین کو اپنی بہو بنانا؟ ابو نے یاد دلایا۔

ہاں! لیکن اس کی ڈاڑھی ہے۔۔۔ امی نے رشتہ مسترد کرنے کی اپنے تئیں بڑی معقول وجہ بتائی۔

تو اس میں کیا برائی ہے؟ ابو نے حیرت سے پوچھا۔

ارے بھئی یہ مولوی جو ہوتے ہیں نا بہت دبا کر رکھتے ہیں اپنی بیویوں کو، بہت روک ٹوک ہوتی ہے ان مولویوں کے گھروں میں اس کے سامنے نہیں جانا ہے اس کے سامنے نہیں جانا۔۔۔ میں نہیں چاہتی میری بیٹی کسی ایسے گھٹے گھٹے گھر میں رہے۔ امی نے دوٹوک انداز میں کہا۔

تمہاری ماں کو کوئی نہیں سمجھا سکتا جب گزرے گی تب ہی سمجھیں گی۔۔۔ ابو نے افسوس کرتے ہوئے کہا۔

امی! کیا ہم لوگ مذہبی نہیں ہیں، ہمارے گھر میلاد بھی ہوتا ہے، گیارہویں بھی ہوتی ہے اور محرم کا شربت بھی بنتا ہے، خواجہ صاحب کی فاتحہ بھی ہوتی ہے۔۔۔ باقی نماز روزے کی پابندی بھی ہوتی ہے۔ نورین نے اپنی امی سے کہا۔

بس اتنا ہی مذہب کافی ہے بہت زیادہ مذہبی ہونے کی ضرورت نہیں زمانے کے ساتھ چلنا ہے لوگوں کو کیا کہیں گے ہم دقیانوسی ہیں۔

امی! آپ بھی نا! نورین نے کہا۔

نہیں بھئی نہیں تمہاری امی کو سمجھانا اور اونٹ کو رکشے میں بٹھانا ایک ہی بات ہے۔۔۔ ابو نہ جانے کب آ گئے۔

انہیں اخبار اور کتابوں سے فرصت ہو تو کچھ سمجھ آئے کہ دنیا کہاں جا رہی ہے۔۔۔ امی نے بھی ترکی بہ ترکی کہا۔

کچھ ہی دنوں میں دونوں بہن بھائیوں کی شادی طے ہو گئی۔

شادی بہت دھوم دھام سے ہوئی مہندی، مایوں کی رسم سب دھوم دھام سے کیا گیا۔۔۔ دولہا دولہن کی انٹری پر تو شاندار میوزک تھا۔۔۔

دنوں بہن بھائیوں کی نئی زندگی کا سفر شروع ہوا۔۔۔

اپنی زندگی کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع میں گزارنا بچو! مجھے سمجھ نہیں آتی یہ بات ایک جانب تو تم بہت عقیدت و احترام کے ساتھ میلاد اور بزرگانِ دین کے ایام مناتے ہو اور دوسری جانب تم اپنی شادی کی تقریبات میں شیطان کو راضی کر رہے ہوتے ہو۔

بس بس ! آپ بھی نا انہیں مولوی بنا دیں۔۔۔ دنیا داروں کی طرح برتو دنیا کو، امی نے ابو کی بات کی نفی کرتے ہوئے کہا۔

بیگم! جو بات میں تمہیں تمام عمر نہیں سمجھا سکا وہ وقت تمہیں سمجھائے گا تم اسلام کو پسِ پشت ڈالو گی تو نقصان تمہارا ہی ہو گا۔

ہائے اللہ! میں کیا کافر ہوں جو اسلام کو پس پشت ڈالوں گی میں تو صرف یہ کہہ رہی ہوں۔ دنیا کو دنیا کے طریقے سے گزارو۔۔۔ امی نے کہا۔

نہیں بیگم صاحبہ آپ یہاں شدید غلطی کا شکار ہیں دنیا کو بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہی گزارا جائے گا۔۔۔ ابو نے کہا۔

بحث میں تو میں آپ سے نہیں جیت سکتی۔۔۔ امی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

کچھ وقت گزرا تو نورین نے محسوس کیا کہ اس کے شوہر، اسد کی بیوی یعنی اس کی بھابھی میں بہت دلچسپی لیتے ہیں عورت ہونے کے ناطے نورین کی چھٹی حس بیدار تھی۔۔۔

ایک دن تو نورین کے شوہر نے نورین سے یہ کہہ بھی دیا۔۔۔

نورین اگلے دن ہی گھر پہنچی اور کہا: امی! کیا آپ چاہتی ہیں میرا گھر برباد ہو جائے؟

ارے نہیں اللہ نہ کرے ایسا کوئی ماں سوچ بھی کیسے سکتی ہے۔۔۔ آپ کو اندازہ نہیں آپ گھر میں اسلامی ماحول پسند نہیں کرتی تھیں نا! دقیانوسی سا لگتا تھا سب آپ کو، اب آپ ہمہ وقت بیٹی کے آنسو اور بیٹے کا بگڑتا ہوا گھر دیکھیں گی۔۔۔ نورین نے روتے روتے کہا۔

اللہ نہ کرے بیٹا!

امی خدارا! اسلامی ماحول کو گھر کا حصہ بنا لیجیے۔۔۔ اسلام محض چند تقریبات کا نام نہیں ہے کہ آپ نے گیارہویں، بارہویں کر لی یہ محبتوں کا اظہار ضرور ہے لیکن مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہمارا ہر عمل گواہی دے کہ ہم مسلمان ہیں۔۔۔ اور شریعت سے نفرت کی آگ ہمیں خود کو جلائے گی اور ہم اب جلنا شروع ہو چکے ہیں امی! جس آزادی کو ہم خوشی سمجھتے ہیں وہ خوشی نہیں بلکہ بے چینی ہے۔ امی کا سر جھکائے خاموش بیٹھی تھیں کہ ابو کمرے میں آ گئے۔

ہاں بیٹا! جس بات کو سمجھنے میں تم نے اتنا وقت لگایا میں یہ بات تو ہمیشہ سمجھاتا رہا لیکن تمہاری ماں کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ شیطان تو چاہتا یہ ہی ہے کہ مسلمانوں کے گھر ان کے خاندان پریشانی کا شکار رہیں۔۔۔ یہ شریعت ہے جو ہمارے خانگی مسائل کو الجھنے نہیں دیتی بگڑنے سے پہلے حل کر دیتی ہے۔

دیکھو بیٹا قرآن کیا کہ رہا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (البقرۃ:۲۰۸)

اے ایمان والو اسلام میں پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اس آیت کا شان نزول پڑھیے۔

یہ آیت سیدنا عبد اللہ بن سلام کے لیے نازل ہوئی سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے۔

آپ نے جب اسلام قبول کیا تو آپ بعض معاملات میں موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر بھی عمل کرتے جیسے ہفتے کی تعظیم کرتے اس روز شکار نہیں کرتے، اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے کہ یہ شریعتِ موسوی میں منع تھا یہ خیال کرتے کہ یہ چیزیں اسلام میں صرف مُباح یعنی جائز ہیں، ان کا کرنا ضروری تو نہیں جبکہ توریت میں ان سے اجتناب لازم کیا گیا ہے تو ان کے ترک کرنے میں اسلام کی مخالفت بھی نہیں ہے اور شریعت مُوسَوی پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ اسلام کے احکام کا پورا اتباع کرو یعنی توریت کے احکام منسوخ ہو گئے اب ان کی طرف توجہ نہ دو۔

تو اگر ہم نے شریعت سے نفرت کی تو ہماری زندگی ایک ایسی آگ میں جلے گی جس کا کوئی ماہرِ نفسیات علاج نہیں کر سکے گا۔

آپ صحیح کہہ رہے ہیں میں ہی بہک گئی تھی ۔۔۔ اللہ تعالیٰ میرے بچوں کی خوشیوں کو محفوظ رکھے بیٹا بالکل پردے کا اہتمام کرو میں اپنے گھر میں بھی یہ اہتمام کراؤں گی ۔۔

ہاں! ابھی بھی کچھ بگڑا نہیں ہے بیگم شکیل سمجھ چکی تھیں کہ زندگی میں شریعت میں ہی سکون، اطمینان اور خوشیاں ہیں اس کے سوا صرف اور صرف پریشانی ہے ۔۔۔ کیونکہ قرآن نے تو پہلے ہی کہہ دیا ابو نے ایک مرتبہ پھر آیت تلاوت کی۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱدۡخُلُواْ فِي ٱلسِّلۡمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُواْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيۡطَٰنِۚ إِنَّهُۥ لَكُمۡ عَدُوّٞ مُّبِينٞ (البقرۃ:۲۰۸)

اے ایمان والو اسلام میں پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

بڑھتا الحاد اور ہماری ذمہ داری

(محمد شاہد علی مصباحی)

الحاد اور بے دینی ایسے لفظ ہیں جن کو سنتے ہی ذہن منتشر ہونے لگتا ہے، عجیب سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے یہ دیکھ کر کہ کیسے لوگ غفلت اور لالچ کی بھینٹ چڑھ کر ایمان جیسی قیمتی شے سے ہاتھ دھوتے جا رہے ہیں۔ آیئے ہم ایمان اور الحاد کے درمیان کا فرق اور مسلموں میں اس کی شرح آج کیوں بڑھ رہی ہے اس کو سمجھتے ہیں، سب سے پہلے ہم بیان کریں گے کہ ایمان کیا ہے؟ اور اس کے تقاضے کیا ہیں؟

ایمان کیا ہے؟

ایمان کی لغوی تعریف:

ایمان عربی زبان کا لفظ ہے، اس کا مادہ ''ا۔م۔ن''(امن) سے مشتق ہے۔ لغت کی رو سے کسی خوف سے محفوظ ہو جانے، دل کے مطمئن ہو جانے اور انسان کے خیر و عافیت سے ہمکنار ہونے کو امن کہتے ہیں۔ (لسان العرب)

ایمان کی اصلاحی تعریف:

الایمان: ''هو التصديق بما جاء به النبي صلى الله عليه وسلم من عندالله ضرورةً''

مذہب اسلام کے مطابق ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کی طرف لائے اس کی تصدیق کرنا۔

الحاد کیاہے؟

الحاد/Atheism:

الحاد کا عربی زبان میں لغوی معنی انحراف یا راستے سے ہٹ جانا ہے۔ الحاد کو انگریزی زبان میں atheism کہا جاتا ہے جس کا اردو زبان میں مطلب لامذہبیت یا لادینیت لیا جاتا ہے۔ الحاد اسلامی مضامین میں استعمال کی جانے والی ایک اصطلاح ہے جو کافروں (خدا کے نامانئے والوں) کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔

(ملحد/Atheist)

الحاد کے پیروکاروں کو ملحد، دہریے، مادیت پرست یا atheists بھی کہا جاتا ہے۔ الحاد کے ماننے والوں کی تعداد ماہرینِ سماجیات Ariela Keysar کے الحاد پر متعدد عالمی مطالعہ اور Juhem Navarro rivera کے جائزے کے مطابق، ایک ارب ملحد اور agnostics دنیا بھر میں ہیں (دنیا کی آبادی کا 7 فیصد)، اور دنیا میں سب سے زیادہ ملحد چین میں ہیں جن کی تعداد 40 کروڑ ہے۔

(عقائد/Beliefs)

ملحدین کا خیال ہے کہ دنیا کسی خدا نے نہیں بنائی بلکہ خود بخود وجود میں آئی ہے یا پھر پہلے سے موجود تھی اور مختلف اشکال میں ہمیشہ موجود رہے گی۔ ملحدین صرف ان باتوں پر یقین کرتے ہیں جن کا کوئی عقلی یا سائنسی ثبوت ہو۔ اس کے علاوہ سائنس اور دنیاوی علوم کو ہی سب کچھ مانتے ہیں۔ مذہبی قیود کے سخت خلاف ہوتے ہیں۔

الحاد یا دہریت کا عالمی دن 17 مارچ ہے جس کی شروعات 2013 میں ہوئی۔ (17-03-2013) (ویکی پیڈیا)

جس طرح مذہب ہمیشہ سے ہے اسی طرح مذہب کا انکار کرنے والے بھی شروع سے رہے ہیں لیکن یہ کبھی زور نہیں پا سکے۔ دنیا بھر میں یا تو موحدین رہے یا مشرکین۔ چند مشہور فلسفیوں اور ان کے معتقدین کو چھوڑ کر الحاد کہیں اور نہ پھیل سکا۔

الحاد کا ارتقا:

انیسویں صدی میں جب چارلس ڈارون کے نظریہ ارتقا کو مقبولیت حاصل ہوئی تو گویا الحاد نے ایک مذہب کی صورت اختیار کر لی۔ اور بڑی تیزی سے مذہب کی پابندیوں سے آزادی کے خواہاں اس قافلہ میں شریک ہونے لگے۔

الحاد ابتداءً اسلام کے سامنے بالکل ناکام ونامراد رہا مگر اب مادیت پرستی کے دور میں دینی علوم سے ناآشنا مسلموں میں بھی تیزی سے الحاد بڑھ رہا ہے۔

الحاد نے کئی چولے بدلے اور مختلف ادوار میں مختلف ناموں سے جانا گیا؛ انہیں ناموں میں سے مشہور نام کمیونزم اور سیکولرزم ہیں۔

کارل مارکس اور اس کے ساتھی فریڈرک اینجلز (جو بہت بڑا ملحد فلسفی تھا) کے مشترکہ نظریے نے کمیونسٹ انقلاب برپا کیا، جس نے یک لخت ملحدوں کی تعداد لاکھوں کے ہندسے سے نکال کر کروڑوں تک پہنچا دی۔

اہل ایمان میں الحاد کیسے آیا؟

جیسا کہ ماقبل میں ذکر ہوا کہ الحاد مسلمانوں میں بالکل بے اثر رہا اور جب ملحدین نے یہ دیکھا کہ اسلام کے متبعین پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے تو انہوں نے بڑی چالاکی اور ہُشیاری سے دنیاوی تعلیم کے بڑے بڑے ادارے قائم کیے جن میں سیکولرزم جیسا خوبصورت نام رکھ کر الحاد کو پروسا گیا اور لوگ اعلیٰ تعلیم کے خواب میں ان اداروں میں جاتے رہے اور انجانے میں الحاد کا شکار ہوتے رہے۔

ساتھ ہی انہوں نے مرد وزن کی مخلوط تعلیم کا سلسلہ بھی شروع کیا تاکہ نفس کے پرستار اس جال سے نکل ہی نہ سکیں۔ اور ہماری آنکھیں اس بات کی گواہ ہیں کہ اعلی تعلیم کے نام پر جو ادارے قائم کیے گئے انہوں نے الحاد کو گھر گھر تک پہنچایا، یہاں تک کہ علما کے بچے بھی پکے ملحد دیکھے گئے۔

اس کے بعد وہ تمام افراد جو آزادی چاہتے ہیں گناہ کرنے کی جو کہ مذہب انہیں ہرگز نہیں دے سکتا تو ایسے افراد نے بھی الحاد اور لادینیت کا سہارا لیا اپنی ناجائز خواہشات کی تکمیل کے لیے، کیوں کہ اگر دین کو اپنے گلے کا طوق بنائیں گے تو دین جن باتوں سے روکتا ہے ان سے باز رہنا پڑے گا اور جن باتوں کا حکم دیتا ہے ان کی تعمیل کرنی ہوگی؛ مگر الحاد ان تمام چیزوں سے بے نیاز ہے۔ جو آپ کا دل کرے آپ کرتے جائیں کوئی بندش نہیں، کوئی روکنے اور ٹوکنے والا نہیں۔

اگر دین کو مانیں گے تو دین کے احکام کو بھی ماننا پڑے گا جو کہ من مانی کی راہ میں سب سے بڑا روڑا ہیں جیسے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

ترجمہ: تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ (سورۃ آل عمران:۱۱۰)

یا جیسے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ

ترجمہ: بیشک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف، نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا۔ اور منع فرماتا بے حیائی، بُری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔ (سورۃ النحل:۹۰)

یا

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا

ترجمہ: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے، اور بہت ہی بری راہ۔ (سورۃ بنی اسرائیل:۳۲)

اور ان احکام کو ماننے کے لیے دین کی سمجھ اور دین سے محبت ضروری ہے جو ان سیکولر اسکول، کالج یا یونیورسٹی کے پڑھے لوگوں میں نہیں ہوتی اسی لیے وہ الحاد کی طرف چلے جاتے ہیں۔

یہ ساری لادینیت جو بڑھتی جارہی ہے اس کے ذمہ دار عیسائیوں اور یہودیوں کے یا ان کی فکر پر کام کرنے والے اعلی تعلیمی ادارے ہیں جن میں اعلی تعلیم کے نام پر مذہب بیزاری کا سبق دیا جاتا ہے؛ اور مساوات کے نام پر مخلوط تعلیم کی آڑ میں نفس پرستی اور گناہوں کی کھلی چھوٹ دے کر دل کالے کیے جاتے ہیں۔

جیسا کہ لارڈ میکالے کا بیان ہے کہ:

"ان تعلیمی اداروں میں مسلمان عیسائی نہ بھی بنیں گے تو کم از کم مسلمان بھی نہ رہیں گے یعنی سیکولر لادین، نیچری اور ملحد بن جائیں گے۔"

اہل فراست اس چیز کو بہت پہلے ہی سمجھ گئے تھے اسی لیے تو اقبال اس مفہوم کی ترجمانی یوں کرتے ہیں:

؎ خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر — لبِ خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ

؎ ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم — کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا "الحاد" بھی ساتھ

الحاد سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟

خاص کر ملکِ ہند میں آزادی کے بعد علمانے تعلیمی میدان میں کافی حد تک اپنا کام کیا اور ہر شہر ہر گاؤں میں مدارس کا قیام کیا تاکہ دینی تعلیم سے مسلمان بہرہ ور ہوتے رہیں۔

مگر دنیاوی تعلیم یافتہ طبقہ نے اس کے مقابل اسکول اور کالیجز قائم نہیں کیے، اگر وہ بھی اسی طرح یہ سلسلہ جاری رکھتے تو شاید الحاد اس تیزی کے ساتھ نہ پھیلتا۔

اور ایک بڑی لغزش دونوں طبقوں سے یہ ہوئی کہ ان دونوں تعلیموں کو ساتھ لانے کی اتنی کوشش نہیں کی جتنی ضروری تھی۔ اگر مدرسہ میں جانے والا دنیاوی تعلیم سے بھی آشنا ہوتا یا اسکول جانے والا ضروری دینی تعلیم سے

بھی واقفیت رکھتا تو شاید یہ نوبت نہ آتی۔ دونوں طبقوں کے مابین وقت کے ساتھ دوری بڑھتی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ایک دوسرے کو قبول کرنا ہی نہیں چاہتے۔

"البرکات" کا ایک یادگار واقعہ:

دو سال قبل حضرت سید امان میاں صاحب قبلہ کی دعوت پر تقریباً پندرہ روز "البرکات" میں قیام رہا، اس دوران کافی کچھ یادگار لمحے آئے مگر ایک ایسا لمحہ بھی آیا کہ جس کو میں بھول ہی نہیں سکتا۔

رمضان کا مہینہ تھا اور البرکات پبلک اسکول کے امتحانات چل رہے تھے شاید، جب ہم سحری کے وقت ڈائننگ ہال میں جاتے تو تعجب ہوتا کہ "البرکات پبلک اسکول" میں پڑھنے والے چھوٹے چھوٹے بچے بھی روزہ رکھنے کے لیے سحری کھانے آتے اور ہر نماز میں پہلے سے موجود رہتے۔ غالباً دسواں روزہ تھا (اور ایسی شدید گرمی کے روزے تھے جن میں بڑے بڑے بھی روزہ نہ رکھنے کا بہانہ تلاش کرتے ہیں) فجر کی اذان ہو چکی تھی اور میں جماعت کے انتظار میں مسجد کے ایک کونے میں بیٹھا تھا، اسی دوران ایک چھوٹا سا بچہ (جس کی عمر میرے اندازے کے مطابق دس یا گیارہ سال رہی ہوگی) میرے قریب آکر بیٹھا اور سلام کیا، جواب کے بعد اس نے ایک مسئلہ دریافت کیا (جس کو سنتے ہی میری آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل آئے) کہ "آج میں سحری میں نہیں پہنچ سکا تو کیا بغیر سحری کا روزہ ہو سکتا ہے؟"

میں نے اس کو نیچے سے اوپر تک دیکھا اور کہا: "بیٹا بہت گرمی ہوتی ہے اور ابھی تم پر روزہ فرض بھی نہیں لہذا اگر سحری نہیں کی تو آج روزہ مت رکھو"، اس نے کہا: "میں روزہ رکھنا چاہتا ہوں اگر ہو جائے تو رکھوں گا"۔

میں نے کہا: "روزہ تو ہو جائے گا"۔ اس کے چہرے پر خوشی کے آثار صاف دیکھے جا سکتے تھے۔

عصر کی نماز میں اس بچے کو دیکھا تو اس کا چہرہ مرجھایا ہوا تھا، میں اس کے قریب گیا اور پوچھا: "بھوک لگ رہی ہے کیا؟" تو بڑا معصومانہ جواب تھا، "بھوک تو نہیں لگی بس تھوڑی پیاس لگی ہے"۔ میں نے کہا: صبر کرو! اب تھوڑا

وقت بچا ہے اللہ بڑا اجر دیگا اور اس بچے کے لیے دل سے دعائیں نکلیں کہ یا اللہ !!! اس بچے کو کامیابیوں کی منزلیں طے کرادے۔

قابل توجہ امر:

کاش البرکات پبلک اسکول جیسے ہزاروں اسکول ہمارے پاس ہوتے تو نہ ہماری نسلوں میں ملحد ہوتے، نہ بد عقیدہ، نہ ہی بے نمازی آزاد خیال۔ بلکہ ہمارے بچے دنیاوی اعلی تعلیم کے ساتھ دینی اعلی تعلیم عملی اور اخلاقی قدروں کے ساتھ سیکھتے۔

ایمان سب سے بڑی دولت ہے:

میں اپنی قوم کے مفکرین، اہلِ وسائل اور ذی وقار شخصیات سے فریاد کرنا چاہتا ہوں کہ اگر اپنی آنے والی نسلوں کو گمراہی، بد عملی اور الحاد و لادینیت جیسی بلاؤں سے محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو ایسے تعلیمی ادارے قائم کرو جن میں مرد و زن کی مخلوط تعلیم تو نہ ہو مگر دینی اور دنیاوی تعلیم کا بہترین سنگم ضرور ہو۔ تاکہ وہ بچہ جسے ہم ڈاکٹر، انجینئر یا وکیل بنانا چاہتے ہیں وہ دینی اور مذہبی اقدار سے غافل نہ ہو بلکہ وہ دنیوی تعلیم کے ساتھ اعلی دینی تعلیم کے ساتھ ان پر عمل پیرا بھی ہو۔

پیارے بھائیو! ایمان سب سے بڑی دولت ہے اگر دنیاوی تعلیم دلانے کے چکر میں آپ نے اپنے بچے کو دین سے دور کر دیا اور وہ بچہ غیر مسلموں کے اسکولوں اور کالجوں پڑھ کر سورج کو پوجنے لگا، تعلیم کی دیوی کی پرستش کرنے لگا یا عیسائیوں کے اسکولوں میں پڑھ کر دین بیزار ہو گیا تو اللہ کو کیا منہ دکھاؤ گے ؟؟؟

خطیب، واعظ، قُصّاص اور موضوع روایات

(مولانا ابوالحسن محمد شعیب خان)

سیدنا امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

عَن أبي دَاوُد عَن شُعْبَة عَن أَيُّوب قَالَ مَا أفسد على النَّاس حَدِيثهمْ الا الْقُصَّاص.

مفہوم: لوگوں پر احادیث ان قصاص نے ہی خراب کئے۔

قَالَ ابْن الْجَوْزِيّ وَ فِي الْقصاص من يسمع الْأَحَادِيث الْمَوْضُوعَة فيرويها وَلَا يعلم أَنَّهَا كذب فيؤذي بهَا النَّاس وَقد صنف جمَاعَة لَا علم لَهُم بِالنَّقْلِ كتبا فِي الْوَعْظ وَالتَّفْسِير ملؤوها بالأحاديث الْبَاطِلَة قَالَ واذا كَانَ الْقصاص كَذَلِك فَكيف لَا يذمون.

مفہوم: قصاص میں وہ بھی ہے جو موضوع احادیث کو سن کر بیان کرتے ہیں جس سے لوگوں کو ایذا ہوتی ہے۔ ایک جماعت نے وعظ اور تفسیر میں موضوع احادیث سے بھری کتب تصنیف کی ہے۔ جسے نقل (احادیث) کا کوئی علم نہیں۔ جب قصاص ایسے ہو تو ان کی مذمت کیوں نہیں کی جائے گی۔

قصاص کی ویلیو

وَأخرج بِسَنَدِهِ عَن حجر بن عبد الْجَبَّار الْحَضْرَمِيّ قَالَ كَانَ فِي مَسْجِد الْكُوفَة قاص يُقَال لَهُ زرْعَة فَأَرَادَتْ أم أبي حنيفَة أَن تستفتي فِي شَيْء فأفتاها أَبُو حنيفَة فَلم تقبل وَقَالَت لَا أقبل الا مَا يَقُول زرْعَة الْقَاص فجَاء بهَا أَبُو حنيفَة الى زرْعَة فَقَالَ هَذِه أُمِّي تستفتيك فِي كَذَا

وَكَذَا فَقَالَ أَنْت أعلم مني وأفقه فأفتها أَنْت فَقَالَ أَبُو حنيفَة قد أفتيتها بِكَذَا وَكَذَا فَقَالَ زرْعَة الْقَوْل كَمَا قَالَ أَبُو حنيفَة فرضيت وانصرفت.

مفہوم: مسجدِ کوفہ میں زرعہ نام کا ایک قصاص تھا تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے والدہ نے کسی مسئلہ ان سے فتوی لینا چاہا تو سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے کا جواب دیا تو والدہ صاحبہ نے قبول نہیں کیا اور کہا کہ میں صرف زرعہ قصاص کی بات مانوں گی تو سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ ان کو قصاص کے پاس لے آئے اور فرمایا کہ یہ میری والدہ ہے آپ سے اس مسئلے میں پوچھنا چاہتی ہیں، تو قصاص نے کہا کہ آپ مجھ سے بڑے عالم اور فقیہ ہیں آپ ہی جواب دیجئے تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے یہ جواب دیا ہے تو قصاص نے کہا کہ ان کی بات درست ہے تو وہ مان گئی اور چلی گئی۔ (ملتقطاً)

(تحذیر الخواص من اکاذیب القصاص للسیوطی، صفحہ ۲۲۸ تا ۲۳۱، دار الکتب الاسلامی، بیروت)

موضوع احادیث زیادہ ہونے کی ایک وجہ یہی مقررین ہے

امام سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وأكبر أَسبَابه أَنه قد يعاني هَذِه الصِّنَاعَة جهال بِالنَّقْلِ يَقُولُونَ مَا وجدوه مَكْتُوبًا وَلَا يعلمُونَ الصدْق من الْكَذِب فهم يبيعون على سوق الْوَقْت وَاتفقَ أَنهم يخاطبون الْجُهَّال من الْعَوام الَّذين هم فِي عداد الْبَهَائِم فَلَا يُنكرُونَ مَا يَقُولُونَ وَيخرجُونَ فَيَقُولُونَ قَالَ الْعَالم فالعالم عِنْد الْعَوام من صعد الْمِنْبَر.

ترجمہ: اور اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اس فن میں ان لوگوں نے دخل اندازی کی جو نقلی دلائل سے عاری و جاہل ہوتے ہیں۔ جو لکھا ہوا پاتے ہیں اسی کو یہ کہتے ہیں۔ صدق و کذب کی معرفت کی کسوٹی ان کے پاس نہیں ہوتی۔ یہ سوق وقت میں دینی خدمت کا کاروبار کرتے ہیں۔ اور (لوگوں کا) اتفاق ہے کہ یہ عام طور پر عوام میں سے ایسے جاہلوں کو مخاطب کرتے ہیں، جو چوپایوں کے قائم مقام ہوتے ہیں لہذا وہ ان کی غلطیوں پر نکیر نہیں کرتے اور یہ کہتے ہوئے نکلتے ہیں کہ عالم نے کہا۔ پس عوام کے نزدیک وہی عالم ہے جو منبر (اسٹیج) پر چڑھ گیا۔

(تحذیر الخواص من اکاذیب القصاص للسیوطی، صفحہ ۲۷۷،۲۷۸، دار الکتب الاسلامی، بیروت)

قُصاص موضوع روایات کیوں بیان کرتے ہیں؟؟؟

امام ابن قتیبہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

الْقُصَّاصُ عَلَى قَدِيمِ الْأَيَّامِ، فَإِنَّهُمْ يُمِيلُونَ وُجُوهَ العَوَامِّ إِلَيْهِمْ وَ يَستَدِرُّونَ مَا عِندَهُم: بِالْمَنَاكِيرِ، وَالْغَرِيبِ، وَالْأَكَاذِيبِ مِنَ الْأَحَادِيثِ. وَ مِنْ شَأْنِ الْعَوَامِّ، القُعودُ عِنْدَ الْقَاصِّ، مَا كانَ حَدِيثُهُ عَجِيبًا، خَارِجًا عَنْ فِطَرِ الْعُقُولِ، أَو كانَ رَقِيقًا يُحْزِنُ الْقُلوبَ، وَيَستَغزِرُ الْعُيونَ.

مفہوم: قصہ گو واعظین من گھڑت اور منکر روایات کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں اور لوگ بھی ایسے ہی لوگوں کے بیان کو پسند کرتے ہیں جس کی باتیں عجیب اور انوکھی ہوں، عقل سے بالاتر باتیں کریں یا ایسی من گھڑت باتیں جو دلوں کو نرم کرنے والی ہوں۔

آگے فرماتے ہیں: جنت کے ذکر میں کہتے ہیں اس میں مشک اور زعفران کی حوریں ہوگی۔۔۔۔ آگے باتیں بھی ایک بار پڑھ لیجئے۔ (تاویل مختلف الحدیث لابن قتیبہ، صفحہ ۲۵۵، دار الفکر، بیروت)

آخری زمانے میں علما کم خطبا زیادہ ہوں گے

عَنْ أَبِي ذَرٍّ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " إِنَّكُمْ فِي زَمَانٍ عُلَمَاؤُهُ كَثِيرٌ، خُطَبَاؤُهُ قَلِيلٌ مَنْ تَرَكَ فِيهِ عَشِيرَ مَا يَعْلَمُ هَوَى أَوْ قَالَ : هَلَكَ وَ سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَقِلُّ عُلَمَاؤُهُ وَيَكْثُرُ خُطَبَاؤُهُ، مَنْ تَمَسَّكَ فِيهِ بِعَشِيرِ مَا يَعْلَمُ نَجَا. (مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی ذر غفاری، رقم:۲۱۳۷۲)

آج کل واقعی یہی حال ہے ہر طرف خطباء، واعظین، اور مقررین ہے لیکن علمانہ ہونے کے برابر ہیں۔